⊙ سید خرم بخاری
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
⊙⊙ ڈاکٹر میمونہ سبحانی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد

اردو فکشن کی فلمائی تشکیل-فنی جائزہ
(کردار-واقعات-کہانی)

Abstract:

There are two common mediums to present a particular story to the public. One is Through a Fiction and the other is through a Film. In Fiction, we are moved by Characters, incidents and story, not by the emotions of the person who happens to be telling the story. A film takes us on a journey that engages with our minds and emotions. The adaptation of a film is a form of relationship between literature and film. When a film maker decides to adapt a piece of fiction into a film they must impress the characters, incidents or story as well as they can for the movie to be successful. In simple term the theme, the characters and the flow of story line are the same in both Film and Fiction. So the readers and audience can get the same feeling after reading the book or after watching the movie. Adaptations were greeted positively at first, with critics thinking educational and innovative. It may be that a particular film adaptation is a high quality work of art that connects with its audience and that it captures many of the themes and ideas of the fiction. Film adaptation takes the audience on an emotional ride. A successful adaptation balances "the comfort of ritual and

recognition with the delight of surprise and novelty," not only carrying the aura with it, but contributing to its continual expansion. In film adaptation differentiations happen so as to allow standing "as meaningful works of art." Cinema is wonderful and film can be entertaining but pedagogically it needs to be approached carefully. Fidelity, accuracy and truth are all important measuring devices that should not be utterly ignored or neglected in evaluating a film adapted from fiction. Film adaptation studies invites in a vital and fertile area of aesthetics, contributing new questions, research, perspectives and ideas to the study of literary, television and filmic arts.

Keywords:

Urdu Fiction Film Drama Story Character Adaptation Cinema Art

اردو فکشن کی بہت زیادہ طویل عمر نہیں مگر پھر بھی اپنے ارتقائی دور میں اس نے ان بلندیوں کو چھوا جو کسی بھی زبان کے ادب کو اعلیٰ مرتبہ عطا کرتی ہیں۔ موضوع اور فن کے لحاظ سے اردو فکشن کمال کو پہنچا اس کے ساتھ وقت کے تقاضوں کے مطابق اردو فکشن نے ہر قسم کے رجحان کو اپنایا۔ حقیقی اور خارجی دنیا کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور سماجی زندگی بیان کی۔ اردو فکشن میں قصے کہانیاں طولانی، خیالی اور مثالی ہونے سے شروع ہوئے پھر اس نے زندگی کے جزوی پہلوؤں پر صرفِ نظر کیا۔ تدریجی ارتقا طے کرتے ہوئے اردو فکشن نے ہر پہلو کی الگ الگ نقاب کشائی شروع کی۔ اردو فکشن میں کہانی کی روایت کا ارتقائی سفر طے کرتے ہوئے کون کون سا روپ اور کہاں کہاں سے آیا اس بارے میں انتظار حسین رقم طراز ہیں:

> ''یوں سمجھئے کہ اس روایت میں قصہ کہانی کے تین بڑے دھارے گھلے ملے نظر آئیں گے ایک وہ جو عرب و عجم سے آیا، دوسرا وہ جو قدیم ہند کی کتھا کہانی کی روایت سے پھوٹا اور اس روایت میں آ ملا۔ تیسرا وہ جو مغربی فکشن سے بہتا آیا اور ہمارے افسانوی شعور پر چھا گیا۔''(۱)

اردو فکشن کا بنیادی عنصر ابلاغ و ترسیل ہے۔ اسی کی بدولت فکشن قارئین سے اپنی وابستگی قائم کر سکتا ہے۔ یقیناً اردو فکشن کا دارو مدار ترسیل و ابلاغ پر ہے۔ اختر انصاری لکھتے ہیں کہ:

> ''قصہ کڑی کمان کے تیر کی طرح بہ خطِ مستقیم سرعتِ رفتار کے ساتھ اپنا سفر طے کرتا ہے اور پڑھنے والا بھی پڑھنے کے بعد یہی محسوس کرتا ہے کہ ایک تیر تھا جو دل میں چھد کر رہ گیا۔''(۲)

قصہ و کہانی بیان کرنے کا ایک ذریعہ فکشن ہے اس کے علاوہ کئی ذرائع اور بھی ہیں جن کی مدد سے قصہ و کہانی کا ابلاغ و بیان ممکن ہے ان میں سے ایک فلم بھی ہے۔ مصوری، ادب، رقص اور تھیٹر ہزاروں سالوں سے وجود رکھتے ہیں لیکن

فلم ایک صدی پہلے وجود میں آئی تاہم اس مختصر عرصے میں اس نئے آنے والے ایک پُر اثر اور طاقت ور آرٹ کی شکل میں خود کو منوایا۔ ہر فن کی طرح فلم کے فن میں عمومی خصوصیات کے ساتھ کچھ امتیازی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔جن کی بدولت فلم کا رشتہ قومی ثقافت اور معاشرتی اخلاق واقدار سے گہرا،مضبوط اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے اس بارے میں فیض احمد فیضؔ رقم طراز ہیں:

''پہلی بات تو یہی ہے کہ فلم اور فنون کی طرح مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے جس میں ادب،موسیقی، رقص،فوٹوگرافی،اداکاری سبھی کچھ شامل ہے۔اس لیے فلم کے فن سے صرف فلم ہی نہیں باقی فنون بھی متاثر ہوتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ قریب قریب ہر فن کے ذریعہ سے مرتب ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ فلم میں شعر،موسیقی یا مصوری کے برعکس Abstract یا خیالی مضامین نہیں بلکہ جیتے،جاگتے مرد عورت مختلف حالات میں مختلف مشاغل میں مصروف نظر آتے ہیں اس لیے فنی ذوق کے علاوہ ان اشکال سے بول چال،پہننے،اوڑھنے،نشست و برخاست غرضیکہ سبھی مجلسی آداب پر اثر پڑتا ہے۔''(۳)

فیض صاحب اپنی بات جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''تیسری بات یہ ہے کہ محرکات نہ صرف دیکھنے والوں کو ظاہری آداب واطوار پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ان سے ان کی باطنی قدریں افکار وجذبات،خیر وشر کے تصورات بھی متاثر ہوتے ہیں چوتھی بات یہ ہے کہ ادب موسیقی مصوری یا کوئی اور فن اس نوع کی مکمل اور غیر منقسم توجہ طلب نہیں کرتا جو فلم بینی کے لیے ناگزیر ہے۔آپ گانا سنتے ہیں یا کتاب پڑھتے ہیں تو آپ کے گردوپیش اور ہزار قسم کی چیزیں دامنِ نظر اور دامنِ خیال کھینچنے کو موجود ہوتیں ہیں لیکن سینما کے تاریک ہال میں فلم کے پردے کے علاوہ اور کوئی شے آپ کی نظر یا توجہ کو پراگندہ نہیں کرتی یہ ساحرانہ عمل اور کسی فن کو نصیب نہیں اور آخری بات یہ ہے کہ فلم کا دام سب فنون سے زیادہ وسیع،سب سے زیادہ کارگر ہے جس کے لیے خواندگی خوش حالی کوئی بھی ایسی شرط نہیں جو دوسرے فنون کے لیے لازمی ہے۔''(۴)

فلم سے پہلے تھیٹر موجود تھا تھیٹر بھی سمعی و بصری میڈیم ہے لیکن تھیٹر میں حد بندی ہے اور وہ ساکن ہے لیکن فلمی دنیا کی کوئی حد نہیں اور وہ متحرک بھی ہے فلم کے ذریعے پوری دنیا کی سیر صرف چند گھنٹوں میں کی جاسکتی ہے۔اس لیے فلم کا جادو سر چڑھ کر بولا۔فلم فکشن کے سکے کا دوسرا رخ ہے اور ایسی ایجاد ہے جو مجموعہ فنون ہے قدیر غوری لکھتے ہیں:

''فلم سازی دورِ حاضر کی انوکھی ایجاد ہے جو بیک وقت سائنس،آرٹ،ادب،تفریح،فنِ تعمیر،انڈسٹری، کاروبار اور فنون لطیفہ (مصوری،موسیقی،ناچ،بناؤ،سنگھار،فیشن وغیرہ) کا مجموعہ ہے۔''(۵)

دنیا میں تفریح حاصل کرنے کا اہم ذریعہ فلم کو سمجھا جاتا ہے فلم تفریح کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت کا ذریعہ بھی ہے۔فلمیں معلومات اور خیالات کا تبادلہ کرتی ہیں۔'گینز بک آف ریکارڈ' کے مطابق دنیا کی پہلی فلم ۱۸۸۸ء میں بنائی

گئی، یوں فلم انڈسٹری کا آغاز ہوا۔

جیورج ایسٹ مین رولر فوٹوگرافی کے موجد ہیں رولر فوٹوگرافی نائٹر وسیلولوز کی ایک لچکدار پٹی پر کی گئی۔ ایڈیسن (جو کہ آوازیں ریکارڈ کر کے دوبارہ سننے والا آلہ فونوگراف ایجاد کر چکے تھے) فوٹوگرافی کے لیے یہ لچکدار پٹی اپنی مجوزہ مشین کے لیے پسند کی اور اس پٹی کو Film فلم کا نام بخشا جو کہ آج بھی رائج ہے۔ ان ذرائع کا فائدہ اٹھا کر لوئیس لی پرنس نے فلم کی ابتدا کی اقبال راہی لکھتے ہیں:

> ''دراصل فلم کی تاریخ یہ ہے کہ ۱۴ اکتوبر ۱۸۸۸ء میں دنیائے فلم کا پہلا اسکرین شاٹ لیا گیا اس کا کریڈٹ موشن پکچرز انگلینڈ کے لوئیس لی پرنس کو جاتا ہے جس نے فلمی اسکرین کے لیے پہلی ساکت فوٹوگرافی کی بنیاد ڈالی۔'' (۶)

ابتدا میں فلمیں کسی خیمے یا پرانے تھیٹر میں دکھائی جاتی تھیں پھر فلم دکھانے کے لیے تھیٹر قائم کیے گئے۔ جین لومئیر اور نکولس لومئیر نے فلمی تصاویر پردہ پر ڈالنے کے لیے پروجیکٹر ایجاد کیا جسے لومئیر سینماٹوگراف کہا گیا۔ اس ذریعے سے فلم کی نمائش پیرس میں کی گئی۔ پھر اسی فلم کی نمائش بمبئی میں ہوئی اور یوں لومئیر برادرز کو برصغیر میں پہلی فلم دکھانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ برصغیر میں دادا صاحب پھالکے نے ۱۹۱۳ء میں پہلی فلم 'راجہ ہریش چندر' بنا کر سائنسی مجموعے سے پاک و ہند کے لوگوں کو روشناس کروایا۔ وسیع کینوس کے اس میڈیا نے ادبا کرام کے اذہان عالیہ تک بھی رسائی پائی۔ نامور ادبا اور شعرائے کرام بھی دنیائے فلم سے منسلک ہوئے۔ نند کشور وکرم لکھتے ہیں:

> ''سینما جسے دنیا کا آٹھواں عجوبہ کہا گیا ہے پریم چند کے دور میں نیا نیا منظر عام پر آیا تھا اور بتدریج مقبولیت کی منزلیں طے کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ ملک کے ادبا اور شعرا بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے یہی وجہ ہے کہ جب کچھ فلمسازوں نے پریم چند کی کہانیوں کو فلمانے کے لیے انہیں بمبئی آنے کی دعوت دی تو وہ انکار نہ کر سکے۔'' (۷)

یہیں سے فکشن پر مبنی فلموں کو پیش کرنے کا آغاز ہوا نامور اور ممتاز ادیبوں نے فلمی دنیا کا رخ کیا یا فلمسازوں نے ان ادبا سے رجوع کیا۔ پرویز انجم ایک نابغہ روزگار ہستی، جنہیں فنا فی المنٹو ہونے کا اعزاز حاصل ہے اپنی کتاب منٹو اور سینما میں رقم طراز ہیں:

> ''اردو افسانہ نگاروں میں پریم چند کے بعد منٹو دوسرے افسانہ نگار تھے جنہوں نے فلم کی طرف رجوع کیا تھا۔ منٹو نے لگ بھگ گیارہ سال فلمی کائنات کے جگمگاتے ایوانوں میں گزارے اور وہاں کے اندرون کو خوب دیکھا اور سمجھا۔ وہ ایک منشی کے طور پر فلمی دنیا میں داخل ہوئے اور پھر فلمی کہانیاں، مکالمے اور سینریو لکھتے رہے۔'' (۸)

منٹو ایک طویل عرصے فلمی دنیا سے وابستہ رہے اور ایک ادیب نے فلم کی صورت میں فلم انڈسٹری کو کئی شاہکار فلمیں دیں۔ ان ادباء کی بدولت ہی فلمی صنعت میں ادبی رنگ بھرا گیا۔ راجندر سنگھ بیدی بھی دنیائے فلم سے منسلک رہے تقریباً پچیس سال کی طویل فلمی زندگی گزاری اس عرصہ میں کئی فلموں کے منظر نامے اور مکالمے لکھے۔ محمد عالم ایک مضمون

'راجندر سنگھ بیدی اور فلم انڈسٹری' میں لکھتے ہیں:

''بیدی کی کامیاب اور منفرد فلموں میں ''مرزا غالب'' کا اہم نام ہے۔ یوں تو مرزا غالب سعادت حسن منٹو نے لکھی تھی لیکن ان کے پاکستان چلے جانے کی وجہ سے مکمل نہیں ہو سکی۔ جس کی تکمیل بیدی نے کی۔''(۹)

ان ادبا کے علاوہ پاک و ہند میں ادبا کی ایک بڑی تعداد ہے جنہوں نے فلم کو شرف بخشا۔ نہ صرف انہوں نے فلم کے لیے بلکہ ان کی لکھی ہوئی ادبی کہانیوں کو بھی فلم کے روپ میں ڈھال کر پیش کیا گیا۔ جسے مقبولیت بھی ملی اور اس عمل کو ہر خاص و عام نے سراہا گیا۔ کوئی بھی ادیب کہانی کار رہتا ہے فکشن کی کوئی شکل بھی کہانی کے نقوش کے بغیر نہیں ابھر سکتی۔ فلم میں بھی اگر کہانی موجود نہیں تو فلم بے کار ہے۔ فلم ہمیں ایک سفر پر لے جاتی ہے ایک نئے بنے بنائے تجربے کو بیان کرتے ہوئے ہمارے ادراک اور ہمارے جذبات کو اجاگر کرتی ہے۔

فلمیں ہمیں دیکھنے اور محسوس کرنے کے ایسے طریقے فراہم کرتی ہیں کہ جن سے ہم گہری تسکین حاصل کرتے ہیں۔ یہ ہمیں تجربات کی طرف لے جاتی ہیں یہ تجربات اکثر کہانیوں سے لیے جاتے ہیں ان کہانیوں سے جن کے کردار ہمارے تخیل میں موجود ہیں۔ ڈیوڈ بارڈویل کتاب Film Art میں لکھتے ہیں:

"Films offer us ways of seeing and feeling that we find deeply gratifying. They take us through experiences. The Experiences are often driven by stories, with Characters we come to care about, but a film might also develop an idea or explore visual qualities or sound textures. A film take us on a journey , offering a patterned experience that engages our minds and emotions."(۱۰)

صفحے سے سکرین تک کا سفر طے کرنے میں فلم کئی سنگ میل عبور کرتی ہوئی منزل تک پہنچتی ہے۔ اس تحقیقی اور تجرباتی دور میں فکشن اور فلم پر کئی کیفیات طاری ہوتیں ہیں۔ جہاں یہ عمل ایک فن ہے وہیں تخلیقیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ ایسے تجربات کا آغاز برصغیر میں نہیں ہوا بلکہ یہ روایت کی صورت میں پاک و ہند تک منتقل ہوا فیصل جعفری اپنے ایک مضمون 'فکشن سے فلم تک' میں رقم طراز ہیں:

''جین آسٹن اور چارلز ڈکنس سے لے کر ای ایم فاسٹر، ارنسٹ ہیمنگوے اور ولیم فاکنز تک کے مشہور ناولوں پر کامیاب فلمیں بن چکی ہیں۔''(۱۱)

فکشن اور فلم کا تجرباتی اور تخلیقی ماحول الگ ہونے کے باوجود فن کا بہترین اظہار ہیں دونوں تعلیمی اور تخلیقی سطح پر سودمند ہیں جیورج میلیئز Georged Milies پہلا آدمی تھا جس نے فکشن کو فلمانے کی سعی کی۔ ۱۸۹۹ء میں اس نے برادار گرم The Breother Grimm کے ناول سنڈریلا کو فلم سنڈریلا Cinderella کی شکل دی۔ اس روایت کو

تقویت تب ملی جب شیکسپیر کی تخلیقات کو پردہ سیمیں کی زینت بنایا گیا۔ رجرڈ جے ہنڈ ایک مضمون Adaptation and moderism میں لکھتے ہیں:

" In 1908 there was a flurry of shahespeare adaptations across the film industry after which the Edisom company produced one real version of geothe's faust in 1909 and Dicken's A Christmas Carol mary shelley's Frankenstein in 1910."(۱۲)

کوئی بھی فن معاشی دھاروں سے آزاد نہیں ہے۔ فکشن پبلش کیا جاتا ہے کیونکہ پبلشرز انہیں بیچنا پسند کرتے ہیں مصور امید کرتے ہیں کہ ان کی تخلیق میوزیم کی شان بنے۔ فن ایک اعلیٰ تہذیب کا دعویٰ دار ہے۔ ایک فلم ساز جب فکشن پر فلم بنانے کا فیصلہ کرتا ہے تو کوئی تو ایسی بات ہوتی ہے جو فکشن کو پڑھنے کے بعد اسے پسند آتی ہے۔ جس وجہ سے اس نے فکشن پر مبنی فلم بنانے کا فیصلہ لیا ہے۔ ڈاکٹر رضوان الحق لکھتے ہیں:

''کوئی فلم ساز کسی فکشن پر تب ہی فلم بنائے گا جب کہ اس کا موضوع، اس کا مرکزی خیال، مرکزی کردار یا اس کہانی کا ڈھانچا پسند آئے گا۔ حتیٰ کہ کوئی ایک واقعہ پسند آجانے پر بھی کوئی فلم ساز اس فکشن پر دو ڈھائی گھنٹے کی فلم بنانے کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ اس واقعہ کو کسی دوسری کہانی سے جوڑ لے گا۔''(۱۳)

فکشن بلاشبہ مصنف کی تخلیق ہے۔ فلم کے فن میں بے شک بہت سے لوگ کام کرتے ہیں باوجود اس کے مرکزی کردار فلم کے دائریکٹر کا ہوتا ہے۔ فکشن لکھا جا چکا اس لیے فکشن پر مبنی فلم کے معیار کا انحصار ڈائریکٹر پر ہے اسے گنجِ خوبیاں کا مالک ہونا چاہیے۔ وہ حساس دل اور حسیت دماغ کے ساتھ ہی فکشن کو فلم کے قالب میں ڈھال سکتا ہے۔ ایک ویب سائٹ پر درج ہے کہ:

"The Director must be a tyrent and a democart a dreamer and a realist, a rebel and a loyalist."(۱۴)

فلم کے فن کا ذکر کرتے ہوئے سید امتیاز علی تاج رقم طراز ہیں کہ:

''فلم دائریکٹر کا آرٹ ہے باقی لوگ اس کے تخیل کے ماتحت کام کرتے ہیں''(۱۵)

ابتدا میں جب الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو، فلم اور ٹیلی ویژن کے ذریعے فکشن کو فلم میں پیش کرنے کا رواج ہوا تو اکثر ادیبوں نے ہی فکشن کو فلم میں منتقل کرنے کے لیے فلم کا اسکرپٹ، مکالمے اور منظر نامے لکھے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ فلم میں بھی وہی ادبی رنگ ابھرا جو فکشن میں موجود تھا۔ John Givens روس کے فکشن رائیٹر، سکرین رائیٹر، فلم ایکٹر، فلم ڈائریکٹر Vasily Shukshin کا ذکر کرتے ہیں:

"As a writer, Shukshin understood the power of the

word. But as a director, Shukshin also understood that literature and cinema are two different language. Therefore, screening his own short Stories, he acknowledged, was "also translating from one language to another".(۱۶)

فکشن پر جب فلم بنتی ہے تو اس میں پیشہ وارانہ یا کسی دوسری وجہ سے کی گئی تبدیلیوں کے باوجود دوسری فلموں کے مقابلے میں ادبی حسیت قائم رہتی ہے اور یہ کہ جب بھی اردو فکشن پر مبنی فلم بنتی ہے تو دیکھا گیا ہے کہ اس فکشن کو جو لوگ پڑھ چکے تھے انہوں نے اسے دوبارہ پڑھا اور بہت سے لوگ فلم دیکھنے کے بعد اس فکشن کو پڑھتے ہیں فضیل جعفری اپنے ایک مضمون ''فکشن سے فلم تک'' میں لکھتے ہیں:

''فکشن کی تاریخ صدیوں پرانی ہے جب کہ ہالی ووڈ میں فلم سازی کی ابتدا انیسویں صدی میں اور بالی ووڈ میں بیسویں صدی میں ہوئی۔ پلاٹ اور کردار سازی سے لے کر منظر نگاری اور مکالمے تک فلموں میں جو کچھ بھی ہوتا ہے سب کچھ فکشن کا ہی عطیہ ہے۔''(۱۷)

اردو فکشن کی دَین سے فلم کا خوب صورت خاکہ مرتب کیا جانا خوش آئند ہوتا۔ فکشن کے کرداروں، واقعات اور کہانی کو صحیح رنگ میں پیش کیا جائے تو ادب اور فلم دونوں کی خدمت ہوتی ہے اس طرح آپ معیاری فلم کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت کی دیرپا اور مضبوط بنیاد فراہم کرتے ہیں ڈاکٹر رضوان الحق لکھتے ہیں:

''فلم اور فکشن دونوں الگ میڈیا ہیں ان کے اغراض و مقاصد منفرد ہیں ان کے اظہار کے طریقے الگ ہیں ان کے اوزار الگ الگ ہیں ان کے خالق الگ ہیں ان کے قاری اور ناظرین بھی الگ الگ ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں میں بہت سے یکسانیت ہوتی ہیں دونوں میں ایک کہانی ہوتی ہے جو واقعات و کردار کے Interaction سے وجود میں آتی ہیں دونوں میں انسانی احساسات و جذبات کے دائرے میں معاملات ہوتے ہیں''(۱۸)

اردو فکشن کی فلمائی تشکیل میں بہت سے ادبی اور فنی عناصر اور عوامل پیشِ نظر رہتے ہیں وہیں فکشن سے فلم کی اصل توانائی درحقیقت اسے تعمیر و تشکیل کرنے والے ذہن کے جرأت مندانہ اقدام، فنی اور انسانی فطرت کے تجربات اور جدت سے جنم لیتی ہیں اس لیے درج ذیل تین بنیادی عوامل اہم ہیں:

۱۔ کردار

۲۔ واقعات

۳۔ کہانی

کرداروں کی بات کی جائے تو ایک حقیقی کردار میں ارتقا ہونا چاہیے۔ فلموں میں کردار، اداکاروں کے ذریعے دکھانے ہوتے ہیں اردو فکشن میں بیان کرنا ہی کافی ہوتا ہے باقی قاری اپنے تخئیل کے ذریعہ سب کچھ خود سمجھ لیتا ہے فلم کے کردار صحیح

معنوں میں فکشن کی تعبیر ہوں تو یہ ایک ذمہ دارانہ اقدام ہے Martin Halliwell اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

" The American (1877), The Portrait of lady (1881)and the wings of the Dove (1902). The Adaptations of these three novals are reasonably faithful in terms f plot and Characterisation." (۱۹)

فکشن کے کرداروں کا فلم میں فطری اظہار، ان کا لب ولہجہ اس کا بیانیہ ہر اعتبار سے فلم کے فن کے قالب کو روشن کرتا ہے کسی بھی اداکار میں تین خوبیاں ہونا لازمی ہے۔

۱۔ چہرے کے تاثرات (Facial Expression.)

۲۔ مکالمہ نگاری (Dialog)

۳۔ جسم کی حرکات (Body Language)

ان عوامل کا حامل اداکار سکرین پر اعلیٰ فن پیش کرتا ہے جب بھی فکشن پر مبنی فلم بنائی جاتی ہے تو فلم میں کرداروں کی پیش کش کا ان ہی عوامل پر مدار ہوتا ہے انور خواجہ لکھتے ہیں:

''کسی بھی میڈیم تھیٹر، فلم اور ٹیلی ویژن کے لیے ضروری ہے کہ اداکار اس میڈیم کے فنی لوازمات سے اچھی طرح شناسا ہو۔'' (۲۰)

اردو فکشن اور فلم میں کرداروں کا اظہار اور ابلاغ ایک ہی طریقے سے ہوتا ہے دونوں صورتوں میں ان کی زبان، لہجہ اور مکالمے ان کے سماجی، ثقافتی، تاریخی پس منظر کی عکاسی کرتے ہیں تھوڑی بہت کمی بیشی کے علاوہ فکشن اور فلم کے کرداروں میں مماثلت ہوتی ہے ڈاکٹر رضوان الحق میں رقم طراز ہیں:

''واقعہ اور کردار کے معاملے میں فلمی اور ادبی فکشن کافی حد تک ایک جیسے ہوتے ہیں دونوں میں فرضی کردار ہوتے ہیں لیکن ان سے حقیقت کا تصور ابھرتا ہے اس طرح کردار بنیادی طور پر دونوں کے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں۔'' (۲۱)

فلم کا کوئی بھی کردار فکشن کے کردار کی وحدت کو مجروح نہ کرے کرداروں میں ردو بدل ضرورت کے تحت کر لینے میں کوئی حرج نہیں جس طرح ادب میں بعض اوقات وضاحتی نوٹ کی ضرارت ہوتی ہے اسی طرح فلم میں بھی ناظرین کو کرداروں کا تعارف پیش کرنے کے لیے تبدیلی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اس بارے میں پرویز انجم لکھتے ہیں:

''۱۹۹۵ء میں منٹو کے افسانے ٹوبہ ٹیک سنگھ کو انڈیا میں دوردرشن کی ڈائریکٹر شکتی میرا بھا نے فلم بند کیا اس ٹیلی فلم میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کا مرکزی کردار ادا کرنے کے لیے معروف پاکستانی اداکار شجاعت ہاشمی کو ہندوستان بلایا گیا اس فلم کی تشکیل میں ابتدائی حصہ منٹو کے سکرپٹ سے ہٹ کر اضافے کے طور پر بھی فلمایا گیا جس کا مقصد بشن سنگھ کے ''پاگل پن'' کی وضاحت کرنا تھا۔'' (۲۲)

اردو فکشن اور فلم قوتِ باصرہ کے مظہر ہیں فلم کے کرداروں اور موضوع کا تعارف واقعات سے کروایا جاتا ہے فلم

کی ابتدا میں ایسے کردار پیش کیے جاتے ہیں جو باقی واقعات کا پیش خیمہ ہوتے ہیں واقعات کی پیش کش تجسس کا سبب ہو ناظرین ہر واقعے پر سوچیں کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے فلم میں کہانی کے واقعات اس قدر اثر انگیز اور شفاف ہوتے ہیں کہ ناظرین ان کے سحر میں گرفتار ہو جاتے ہیں ڈاکٹر ہمایوں اشرف لکھتے ہیں:

> ''فلموں کی کہانی میں انسانی زندگی کے تمام دکھ درد اور تمام رنگا رنگی موجود ہوتی ہے فلموں کے کرداروں کے ساتھ پیش آنے والے تمام واقعات و جذبات کو انسان اپنے غموں اور خوشیوں کے ساتھ وابستہ کر کے دیکھتا ہے۔'' **(۲۳)**

فکشن کے واقعات کی فلم میں منظر کشی کرنا ایک تخلیقی ذہن کا کام ہے اگر ان واقعات کو باریک بینی سے نہ فلمایا جائے تو فکشن کے واقعات تحریری صورت میں جتنے دلچسپ اور معنی خیز ہوتے ہیں ان کی فلمی عکاسی اتنی ہی بدنما اور بے وقعت ہوگی واقعات کو فلم میں دکھانے کے لئے ڈرامائی انداز اپنانا ناگزیر ہے واقعات کی پیش کش درج ذیل انداز میں ہونی چاہیے:

۱۔ واقعات کی رفتار

۲۔ واقعات کا ربط

۳۔ واقعات کی ترتیب

اسی مجوزہ صورت میں کرداروں کی پیش کش فلم کو کامیاب بنا سکتی ہے فکشن میں اگر اس ترتیب کو قائم نہ بھی رکھا جائے تو مسئلہ نہیں کیونکہ قاری قرأت کے دوران اپنے تخیل سے ترتیب بنا لیتا ہے مگر فلم کی کامیابی کی ضمانت یہی ترتیب ہے کیونکہ واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے رونما ہو رہے ہیں اس لئے ان کے پیش آنے میں کوئی منطق یا Logic ہونی چاہیے تاکہ ناظرین پر اس کا امپکٹ پڑ سکے۔ میاں ظفر اقبال لکھتے ہیں:

> ''کسی فلم کے لیے کہ وہ ناظرین کو متاثر کرے ایک امپکٹ ضروری ہے جو مندرجہ ذیل عناصر سے جنم لیتا ہے۔ (ا) مرکزی جذبہ، (ب) بامعنی انجام، (ج) منطقی ربط، (د) دلچسپ اور حقیقی کائنات، (ہ) خوبصورتی۔'' **(۲۴)**

واقعات کہانی کے تقاضوں کے مطابق خاص نقطۂ نظر اور خاص انداز میں پیش کیے جاتے ہیں پروڈیوسر کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو ڈائریکٹر کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو سارا ٹیکنیکل سٹاف کتنا ہی تربیت یافتہ کیوں نہ ہو اگر کہانی میں جان نہیں یعنی اگر بنیاد ہی کمزور ہے تو عمارت بھی اختتام تک پہنچ کر یا پہلے ہی دھڑام سے نیچے آ گرتی ہے اس لیے کہانی میں دو عناصر بنیادی اہمیت رکھتے ہیں:

۱۔ موضوع (THEME)

۲۔ مرکزی خیال (CENTRAL IDEA)

کسی بھی فکشن پر فلم بناتے ہوئے سب سے زیادہ موضوع اور مرکزی خیال کو اپنایا جاتا ہے ان دونوں میں فکشن کا ظاہر اور باطن پوشیدہ ہے فلم میں بھی فکشن کا اصل موضوع استعمال کرنا کہانی کی طرف جانا آسان بنا دیتا ہے کیونکہ فکشن کے موضوع کو قاری پہلے ہی جانتا ہے اور مرکزی خیال کی پیش کش سے ناظرین و قاری فلم دیکھنے کے بعد آگاہ ہو جاتے

ہیں اسی وجہ سے اردو فکشن کی فلمائی تشکیل میں موضوع اور مرکزی خیال کی بنیاد پر فلم کا انحصار زیادہ ہوتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے پرویز انجم لکھتے ہیں:

> ''کسی بھی فلم کی تخلیق کا آغاز سب سے پہلے ایک مرکزی خیال یا آئیڈیا سے ہوتا ہے جسے سبجیکٹ کہتے ہیں یہ آئیڈیا پروڈیوسر، ڈائریکٹر یا سکرپٹ رائٹر تینوں میں سے کسی کے پاس بھی ہوسکتا ہے۔ یہ کہانی تقریباً اسی پیٹرن پر ہوتی ہے جیسی ادبی کہانی ہوتی ہے۔ ابتدائیہ، درمیانیہ اور اختتامیہ اسی بنیاد پر کہانی کو تقسیم کیا جاتا ہے۔'' **(۲۵)**

کہانی کیونکہ تین حصوں میں تقسیم کی جاتی ہے اس لیے فلمائی تشکیل میں فکشن اور فلم کی کہانی کو الگ الگ ٹائم فریم میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک فکشن کا ٹائم فریم، ایک فلم کا ٹائم فریم۔ یہ دونوں ٹائم فریم ایک دوسرے کے متوازی چلتے ہیں ضروری نہیں کہ فکشن میں جو ٹائم فریم کی تقسیم ہے وہی تقسیم فلم میں بھی جوں کی توں پیش کی جائے مگر دونوں میں ابتدائیہ، درمیان اور اختتامیہ کی ترتیب ایک جیسی ہوتی ہے ابتدا میں تعارف کے ساتھ درمیانیہ کی طرف بڑھنے کا جواز پیدا کیا جاتا ہے درمیانیہ میں جواز کی وضاحت، پہلے حصے سے تعلق کا ثبوت اور کرداروں کی جدوجہد کی صورت میں تجسس پیدا کیا جاتا ہے آخری حصے میں پہلے کی تصدیق، دوسرے حصے وضاحت اور پوری کہانی کا نچوڑ پیش کیا جاتا ہے۔ فکشن کی کہانی اچھے اور برے نتیجے پر انحصار نہیں کرتی مگر فلم کے ناظرین ہمیشہ اچھے اور خوشی سے بھرپور اختتامیے کو پسند کرتے ہیں۔ اکثر فلم کی کامیابی کا انحصار نتیجے پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر رضوان الحق رقم طراز ہیں:

> ''ابتدائیہ میں Situation یا حالات دکھائے جاتے ہیں درمیان میں Complications یعنی الجھاؤ اور اختتامیہ میں Resolution یعنی مسائل کا حل ہوتا ہے۔'' **(۲۶)**

فکشن کو فلم میں پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ دھیان رکھنا ہے کہ کہانی میں Visual عناصر کتنے ہیں اگر فکشن میں Visual عناصر نہ ہوں تو کہانی کی فلم میں عکاسی دشوار گزار امر بن جاتا ہے بعض اوقات اردو فکشن کی کہانی پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کہانی پڑھ نہیں رہے بلکہ دیکھ رہے ہیں ڈاکٹر رضوان الحق لکھتے ہیں:

> ''اس لیے فلموں کے لیے فکشن کے انتخاب کے وقت یہ امر دھیان میں رکھنا بہت ضروری ہے کہ کہانی دِکھتی کتنی ہے؟'' **(۲۷)**

جو کہانی آپ کے تخیل میں محو ہے وہ بنی بنائی شکل میں حقیقت کا روپ دھار لے تو انسان کی حیرت کی انتہا نہ رہے۔ اردو فکشن کی فلمائی تشکیل اسی تجربے سے گزرنے کا نام ہے۔ Sally Faulkner لکھتی ہیں:

> "These adaptation of fortunata y jacinta and La Rgenta must be considered on their own terms as visual narrative and it is revealing to compare them in the light of feminist theories of identification in the cinema and the possible visual pleasures such text offer to

spectators."(۲۸)

فلم میں فکشن کی پیش کش ہو بہو بھی ہوسکتی ہے اور اس میں ردو بدل بھی کیا جا سکتا ہے مگر دھیان رکھا جائے کہ کسی بھی صورت میں کہانی کا ربط نہ ٹوٹنے پائے۔ Marta Frago اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

" If a film changes the form of a noval, then it is inevitably changing the context, and if the film maker is exploring a noval, it is because he has found inspiring material on which to construct something new and independent, because it assumes a different artistic form."(۲۹)

فکشن پر بننے والی فلمیں ۱۸۸۸ء میں شروع ہوئیں اس عمل کو ابتدا میں اتنی اہمیت نہیں دی گئی مگر پھر دنیائے فلم کا معتبر ترین ایوارڈ آسکر ایوارڈ میں بھی اس کی کیٹگری رکھی گئی اور فلم کے اس انداز کو سراہا گیا Thomas Leitch لکھتے ہیں:

" It has been blessed by a most unexpected source, the academy of motion picture Arts and science, which since its 1958 awards ceremony has made a sharp distinction between films eligible for an oscar for best original screenplay and those eligible for an Oscar for best screenplay based on material from another medium."(۳۰)

آج فلمی دنیا میں فکشن پر مبنی فلموں کے بنانے کا رجحان بڑھ گیا ہے بلکہ ہالی ووڈ میں کم از کم تیس (۳۰) فیصد فلمیں فکشن پر مبنی ہوتیں ہیں۔ Peter Lev اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

" Today adaptation studies is an accepted part of academy, the subject of innumerable courses, dissertations, conference, papers, articles and books. The thisty-five year history of literature/ Film quarterly (LFQ) is itself a demonstration of adaptation study's strength and scope. I believe one important direetion for the future is greater hybridity."(۳۱)

فکشن کی تجریدی مورت فلم کی تشکیلی صورت اختیار کرتی ہے تو یہ لازم ہے کہ کچھ تبدیلیاں رونما ہوں مگر صرف

ایک بات جو ہمیشہ پیشِ نظر رہنی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس سارے پروسس میں فکشن یا فلم کا تقدس پامال نہ ہو۔ پروفیسر خالد سعید لکھتے ہیں:

> ''میرا مفروضہ صرف اتنا ہے کہ فکشن کو سمعی بصری میڈیا پر پیش کرتے ہوئے ان خدشات یا ان نکات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ تحریری فکشن کا اپنا تقدس متاثر نہ ہو لیکن یہ بھی دھیان میں رہنا چاہیے کہ فکشن تصنیف کرنا اور فکشن کی فلم بندی کرنا دو مختلف عمل ہیں۔ لہٰذا تبدیلیاں بھی لازم ہیں سمعی بصری میڈیا تو ایک انتہائی قوت دار اور اثر انگیز میڈیم ہے اگر ہم اس میڈیم کو استعمال نہ کریں تو یہ ہماری نااہلی ہوگی۔'' **(۳۲)**

فلم انڈسٹری جہاں مالی منفعت اوّلین ترجیح ہوتی ہے اور فن وتفریح ثانوی حیثیت کے حامل ہوتے ہیں ایسی صورت میں اس میڈیم نے جتنا بھی اردو فکشن پیش کیا وہ ادب، محققین، قارئین، ناقدین اور ناظرین کے لیے سودمند ثابت ہوا۔ فلم کی صورت میں اردو فکشن نئی معنویت میں جلوہ افروز ہوتا ہے اردو فکشن نے فلم کو کرداروں کے تنوع کے اعتبار سے، موضوعات کے انتخاب کے اعتبار سے اور کہانی کی ٹریٹ منٹ کے اعتبار سے ثروت مند کیا۔

حوالہ جات

۱۔ انتظار حسین، فکشن کا گورکھ دھندا، مشمولہ: اردو ادب (نئی دہلی : انجمن ترقی اردو، جنوری تا مارچ ۲۰۱۰ء)، ص۵۳

۲۔ اختر انصاری، اردو فکشن بنیادی و تشکیلی عناصر (کراچی: انجمن ترقی اردو، س۔ن)، ص۲۰

۳۔ فیض احمد فیض، فلم اور ثقافت، مشمولہ: قومی زبان (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۱۶ جون ۱۹۶۱ء)، شمارہ نمبر ۱۲، ص۲۵

۴۔ ایضاً

۵۔ قدیر غوری، فلم میکنگ (لاہور: پلس پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء)، ص۲۱

۶۔ اقبال راہی، فلمی تاریخ (حیدرآباد: سنگم پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ص۲۲

۷۔ نند کشور وکرم، پریم چند اور سینما، مشمولہ: افکار (کراچی، افکار فاؤنڈیشن، اکتوبر ۲۰۰۳ء)، شمارہ نمبر ۱۰۳، ص۴۰

۸۔ پرویز انجم، منٹو اور سینما (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص۳۴

۹۔ محمد عالم، راجندر سنگھ بیدی اور فلم انڈسٹری، مشمولہ: نیا دور (لکھنو: انج کمار جھا پبلی شرز، جون ۲۰۱۷ء)، جلد نمبر ۲۷، شمارہ نمبر ۳، ص۶

10. David Bord Well, *Film Art* (New York: McGraw-Hill Companies, 2008), P. 2

۱۱۔ فضیل جعفری، فکشن سے فلم تک، مشمولہ: اردو ادب (نئی دہلی : انجمن ترقی اردو، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۵ء)، ص۱۵۰

12. Richard J.Hand, *Adaptation and Modernism, Annexed:A companion to literature, Film and adaptation,* (UK: A John Wiley & Sons Ltd. Publication, 2012), Edited by: Deborah Carmell, P.61

۱۳۔ رضوان الحق، اردو فکشن اور سینما (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۸ء)، ص۱۳۰

14. www.mediaknowall.com/camangleshtml-cameraangles, (2014-01-05,Saturday, 8:50P.M)

۱۵۔ امتیاز علی تاج، فلم سازی: ذریعہ عزت نہیں مجھے، مشمولہ: باز یافت (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، اورینٹل کالج، جولائی تا دسمبر ۲۰۰۶ء)، شمارہ نمبر ۹، ص۱۳۸

16. John Givens,Screening the short story : The films of Vasilii Annexed: *Russian and soviet film Adaptation of literature*, 1900-2001 screening (Abingdon: Routledge curzon, 2005),

(Edited By: Stephen Hutchings and anot vernitski), P.86

۱۷۔ فضیل جعفری، فکشن سے فلم تک، ص۲۰۶

۱۸۔ اردو فکشن اور سینما، ص۱۳۷

19. Martin Halliwell, *Transcultural Asthetics and the film adaptation of henry james, Annexed: Classics in film and fiction.*

۲۰۔ انور خواجہ، ٹیلی وی ویژن سائنس یا ایک تخلیقی فن، مشمولہ: جریدہ ٹیلی وی ویژن (پشاور: مکتبہ ارژنگ، نومبر ۱۹۹۶ء)، شمارہ نمبر ۱۰، ص۱۱۸

۲۱۔ اردو فکشن اور سینما، ص۳۱

۲۲۔ منٹو اور سینما، ص۴۸۲

۲۳۔ ہمایوں اشرف، ڈاکٹر، اردو صوتیات اور ہندوستانی فلموں کا کردار، مشمولہ: ہندوستانی فلمیں اور اردو ادبی زاویے (نئی دہلی: نیو پرنٹ سنٹر، ۲۰۱۲ء)، ص۱۲۸-۱۲۹

۲۴۔ میاں ظفر اقبال، معیاری فلم سازی (لائل پور: فیصل آباد، قرطاس، ۱۹۷۵ء)، ص۱۷

۲۵۔ منٹو اور سینما، ص۴۵۱

۲۶۔ اردو فکشن اور سینما، ص۲۰

۲۷۔ ایضاً

28. Sally Faulkner, *Literary Adaptation in Spanish cinema* (London: Temsis, 2004), P.84

29. Marta Frago, *Adaptation,Re-adaptation,and Myth,Annexed: Telling and Re-telling Stories:Studies on Literary Adaptation to Film* (UK: Cambridge Scholar publicashing, 2016), Edited By: Paula Baldwin Lind, P.50

30. Thomas Leitch, *Adaptation and Intertextuality,Annexed:A companion to Literature, Film and Adaptation*, (UK: A Jhon Wily & Sons Ltd. Publication, 2012), Edited By: Deborah Cartmell, P.91

31. Peter Lev,*The Futur of Adaptation Studies, Annexed:Literature/ Film Reader Issues of Adaptation* (Maryland: The Scarecrow. INC, 2007), Edited By:James M Welsh Peter Lev), P.335

۳۲۔ خالد سعید، پروفیسر، فکشن۔الیکٹرانک میڈیا کے تناظر میں، مشمولہ: ہندوستانی فلمیں اور اردو ادبی زاویے، ص۷۶-۷۷.